سلسلة المنشورات 55

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنسانی اعضا کی پیوند کاری
اور
اِنتقالِ خون کی شرعی حیثیت

تصنیف

شیخ الاسلام علامہ سید ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدیؒ

صَاحبُ العَلَمِ السَّادِسِ

نظرِ ثانی: محمد افضل خلیل احمد الاثری

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سلسلۃ المطبوعات 55
بسم اللہ الرحمن الرحیم
انسانی اعضائی پیوندکاری
اور
انتقال خون کی شرعی حیثیت
تصنیف
شیخ الاسلام علامہ سید ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی
صاحب العلم السادس
نظرثانی: محمد افضل خلیل احمد الاثری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ مطبوعات مکتبۃ السنۃ نمبر=55

نام کتاب	:	انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون کی شرعی حیثیت
نام مؤلف	:	شیخ الاسلام علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ
نظر ثانی و ترتیب	:	محمد افضل خلیل احمد الاثریؔ
موضوع	:	احکام و مسائل
صفحات	:	32
سائز	:	20x30=16
کمپوزنگ	:	﴿السنۃ کمپوزنگ سینٹر﴾ فون:4525502
تاریخ اشاعت	:	29 ذوالقعدہ 1424ھ 22 جنوری 2004ء
طبع	:	پہلی بار
مطبع	:	فیر فین پریس اردو بازار کراچی
طابع	:	عبدالمھیمن
قیمت	:	=/20

ناشر

﴿مکتبۃ السنۃ﴾ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

18 سفید مسجد۔ سولجر بازار نمبر=1۔ کراچی 74400

فون:7226509 فیکس:92-21-2419580

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ اَمَّا بَعۡدُ

''انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر میرے شیخ علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بصیرت افروز علمی اور تحقیقی مقالہ کتابی صورت میں اس وقت مع درج ذیل خصوصیات پیش خدمت ہے۔

☆مکمل کتاب پر نظر ثانی ۔☆کتاب کا نام اصل مسودہ میں یوں ہے ''گزارشات ہماری برجواز انسانی اعضاء کی پیوند کاری'' جبکہ ہم نے اس کو تبدیل کر دیا ہے۔

☆عنوانات کا اضافہ میری طرف سے ہے۔☆نیز شروع میں فہرست کا اضافہ۔

☆بعض مقامات پر الفاظ کی تبدیلی یا اضافہ اس طرح [ ] کے قوسین میں ہے اور اسکی وضاحت کتاب کے آخر ''توضیحات'' میں ہے ☆کمپیوٹر کمپوزنگ' خوبصورت طباعت۔

کلمۂ تشکر بموجب حدیث نبوی ﷺ ''مَنۡ لَّمۡ يَشۡكُرِ النَّاسَ لَمۡ يَشۡكُرِ اللّٰهَ'' (1)

''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا وہ اللہ کا شکر نہ ادا کر سکا''

پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ توفیق بخشی' پھر اس کے مولف' پھر اپنے فاضل دینی بھائی سید قاسم شاہ صاحب' پھر ادارہ المعہد الاسلامی کے شعبہ تحقیق کی اراکین کا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

خادم السنة النبوية المطهرة محمد افضل خلیل احمد الاثری مدیر مکتبۃ السنۃ

29 ذوالقعدہ 1424ھ 22 جنوری 2004ء

---

(1) ترمذی' ابوداود' مسند احمد 4/: 278' 375 کتاب الشکر لابن ابی الدنیا حدیث: 64۔

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مولف

الحمد للہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

أما بعد! ہفت روزہ ”الاعتصام“ میں مولانا محمد خالد سیف کا مقالہ نظر سے گزرا، ان کے اس پورے مقالہ کا تنقیدی جائزہ لینا میرا مقصد نہیں ہے، اور نہ ہی میں اس پوزیشن میں ہوں کہ ان کے اس مقالہ کا تفصیلی طور پر جائزہ لوں، یہ معاملہ میں دوسرے علماء و فضلاء پر چھوڑتا ہوں۔ اس جگہ اس مقالہ کی چند باتوں کے متعلق اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں، اور اس سے محض اصلاح مطلوب ہے، نہ کہ محض تنقید برائے تنقید یا بحث برائے بحث، لہٰذا قارئین حضرات، اور خود مقالہ نگار بھی میری ان گزارشات کو اسی جذبہ، اور اسی مقصد کی روشنی میں مطالعہ فرمائیں، اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے ان پر مطلع فرمایا جائے، میں ان کا از حد مرہون منت رہوں گا۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز قرار دینے والوں کی دلیل

فاضل مقالہ نگار کی پوری تحریر کی بنا اگر غور سے کام لیا جائے، اس بات پر ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری ایک ضرورت ہے، اور ضرورت کی وجہ سے محظور چیز بھی جائز ہو جاتی ہے، اَلضُّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ، اور انہوں نے [جو] [1] امثلہ پیش [فرمائی] [2] ہیں وہ سب اسی محور کے گرد [گھومتی] [3] نظر [آتی] [4] ہیں۔

جواب

لیکن کوئی ناجائز یا حرام چیز کسی اضطراری حالت میں جائز ہو جاتی ہے' تو اس کا یہ مطلب کس طرح ہو گا کہ اب اس کو ہمیشہ کیلئے جائز قرار دیا جائے' اور اس ضرورت کے توقع یا اندیشہ سے اس چیز یا فعل وغیرہ کو جائز بتا کر عام طور پر اس کی کھلی چھٹی دے دی جائے' اور یہی چیز ہے جو فاضل مقالہ نگار کی تحریر سے واضح طور پر مترشح ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں یا دوسرے ممالک میں کوئی ایک اندھا تو نہیں' اور نہ ہی اتفاق سے کبھی کبھار کوئی نابینائی کا شکار ہوتا ہے' یعنی جس طرح مُردار کھانے کی اضطراری حالت اتنی نادر' اور قلیل ہے کہ وہ کالمعدوم ہے' اندھا پن کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے' صرف ہمارے ہاں ہزاروں کی تعداد میں نابینا مرد' اور خواتین موجود ہیں' تو کیا اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے یہ فتویٰ صادر کیا جائے گا کہ جو بھی آدمی ہمارے ملک میں مر جائے اس کی آنکھیں نکال لینی چاہئیں' اور ان کو بلڈ بنکوں کی طرح محفوظ کیا جائے' اور اس طرح جتنے اندھے ہیں' اور جو آگے اندھے ہو جائیں ان کو ان آنکھوں کی پیوند کاری کر کے نابینا سے بینا بنا دیا جائے' اور اس فتویٰ کو جو فاضل مقالہ نگار' اور ان جیسے دوسرے فضلاء نے صادر [فرمایا ہے[5]] ان کو حکومت کی طرف سے بھی قانونی تحفظ عنایت فرمایا جائے تا کہ جیسے ہی ملک کے طول وعرض میں کوئی آدمی جان بلب ہو اس کے سرہانے سرجن صاحبان' سرجیکل آپریشن (Operation) کے

آلات لے کر آ دھمکیں، اور جیسے ہی اس کا روح قفص عنصری سے پرواز کر جائے یہ اس پر عمل جراحی شروع کر دیں، اس طرح بیشمار آنکھیں جمع ہو جائیں گی، اور نابینا لوگ نہ ہونے کے برابر ہو جائیں گے۔

پیوند کاری کا سلسلہ آنکھوں تک ہی محدود کیوں؟

لیکن بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی بلکہ سلسلہ آگے چلا جاتا ہے۔

سائنسی تجربات، اور تحقیقات کا سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے، اور یہ پیوند کاری کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی محدود کیوں ہو بلکہ دوسرے اعضاء کی قطع و برید بھی اسی پیوند کاری کیلئے جائز ماننی پڑے گی۔

گردے کا عطیہ دینا ایک عجیب منطق

بلکہ مقالہ نگار صاحب تو ایک زندہ آدمی کے دو گردوں میں سے ایک گردہ کو عمل جراحی سے نکال لینے کے جائز ہونے کے حق میں ہیں حالانکہ قدرت نے انسانی جسم میں جو کچھ رکھا ہے وہ بے حد ضروری ہے، کسی عضو کو فضول یا بے مصرف یا ضرورت سے زائد ہرگز ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر ایک زندہ آدمی کے دو گردوں میں سے عمل جراحی کے ذریعے ایک گردہ نکال کر کسی ایسے آدمی میں لگا [دیا جائے] (6) جس کے دونوں گردے بیکار ہو گئے ہیں، تو وہ فی الحال ممکن ہے کہ کچھ وقت کیلئے زندہ رہ سکے، لیکن فرض کیجئے کہ جس آدمی کے دو گردوں

میں سے ایک نکال لیا گیا تھا اس کا دوسرا گردہ بھی خراب ہو جائے' تو بتایا جائے کہ اب یہ بیچارا جس نے اتنی قربانی دی وہ کہاں جائے؟ یہ عجیب منطق ہے کہ ایک ناکارہ آدمی کے بچانے کیلئے ایک اچھے بھلے' اور زندہ آدمی کو ناکارہ بنا دیا جائے۔

مزید رد

خیر یہ تو ضمنی بات تھی' عرض یہ کر رہا تھا کہ اس پیوندکاری کا سلسلہ صرف آنکھوں تک ہی کیوں محدود ہو بلکہ دوسرے اعضاء کو بھی اس لسٹ میں شامل کر دیا جائے مثلاً: ایک جوان آدمی ہے اس نے تازہ شادی کی ہے' اتفاق سے کسی حادثہ کا شکار ہونے کی وجہ سے اس [کا عضو][7] تناسل کٹ [جاتا ہے][8] یا پھر بہت سے لوگوں کو بہت سی مہلک' اور گھناؤنی جنسی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان کے اعضاء تناسل بالکل بیکار ہو جاتے ہیں' اور وظیفۂ زوجیت ادا کرنے تک کے قابل نہیں رہتے (اور میرے علم میں یہ بات ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن سے مجھے واسطہ پڑا ہے [وہ][9] ان تباہ کن امراض سے نجات کیلئے علاج و معالجہ کے ذرائع بھی اپنی وسعت کی حد تک کام میں لائے' لیکن وہ شفایاب نہیں ہو سکے) ایسی حالت میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی کا خوف ہوتا ہے' اور وہ کسی ایسی بات پر اقدام نہیں کرتے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضی کا موجب بنے' اور آخرت کے عذاب عظیم سے ان کو دوچار ہونا پڑے' لیکن وہ زندگی ایسے گزار رہے ہیں کہ ہر وقت موت

کی راہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کب ان کو موت آتی ہے' اور وہ اس انتہائی بدترین ذہنی کوفت سے نجات پائیں' لیکن جن لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب کا خوف نہیں وہ خودکشی کرتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی سنے پڑھے گئے ہیں! تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ کسی اچھے بھلے صحت مند آدمی [کا][10] (جب وہ مر جائے) [عضو][11] تناسل کاٹ کر محفوظ کر [دیا جائے][12]' اور جب مذکور قسم کے لوگوں میں سے کوئی اس کا حاجتمند آجائے تو اس ناکارہ آدمی کو وہ [عضو][13] تناسل عمل جراحی کے ذریعہ سے چسپاں کر [دیا جائے][14]' تاکہ وہ بقیہ زندگی کو کسی حد تک خوش گوار بنا سکے؟ کیا یہ بات فاضل نگار کے پیش کردہ دلیل سے مطابقت نہیں رکھتی؟ انصاف مطلوب ہے!!!

مجوزین کی دلیل: أَخَفُّ الْبَلِيَّتَيْنِ کا جواب

پھر ہم ایک قدم آگے اٹھا کر یہ کہنے کی بھی جرأت کرتے ہیں کہ مُردہ شخص اپنے اعضاء سے فائدہ اٹھانے سے معذور ہے' ان کے یہ اعضاء اس وقت ان کے کسی مصرف کے نہیں ہیں' تو کیوں نہ یہ قانون بنا دیا جائے کہ جو بھی مُردہ ہو (اگر اس کے ورثاء حائل یا مانع نہ ہوں) تو اس کے سب اچھے' اور صحیح اعضاء سرجیکل آپریشن کے ذریعہ مُردہ کے جسم سے نکال کر محفوظ کر دیئے جائیں' اور چونکہ ہمارے ملک میں بانہیں [بازو][15]' اور ٹانگیں کٹے' ناک کٹے' کان کٹے وغیرہ وغیرہ موجود ہیں تو مُردوں کے یہ اعضاء ان معذور' لولے لنگڑے لوگوں کے کام آجائیں گے۔

مانا کہ مُردہ کے اعضاء کاٹنا "بلیة" ہے، لیکن بقول فاضل مقالہ نگار یہ:

"أخف البلیتین" ہے، کیونکہ مُردہ کے یہ اعضاء اب ان کے کام میں تو آئیں گے نہیں، لیکن دوسرے زندہ لوگ ان کے اعضاء کی پیوندکاری سے خودکشی یا بالکل ناکارہ زندگی گزارنے سے نجات پا جائیں گے، اور اس لحاظ سے یہ یقیناً "أخف البلیتین" ہوگی، اور اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کی خودکشی وغیرہ یقیناً "بلیة کبری" ہے، اب اگر یہ سلسلہ اس طرح چل نکلے، اور ہمارے علماء وفضلاء ان کے جواز [کا][16] فتویٰ [دینا][17] شروع کر دیں، تو فرمایئے کہ دنیا بھر کے مُردوں کا کیا حشر ہوگا؟ اس کے کارآمد اعضاء تو سب کے سب کاٹ دیئے گئے، باقی کیا بچتا ہے جس کے تجہیز، تکفین، اور تدفین کی زحمت اٹھائی جائے، اور اس صورت میں آپ ہی فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی جو صحیح حدیث (سنن ابی داؤد وغیرہ) میں وارد ہے کہ: " كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا" (ترجمہ: [یعنی][18] مُردہ کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا ہے] کا مطلب آخر کیا ہوگا؟ اس [کی][19] غرض وغایت کیا ہوگی؟ کیا یہ بالکلیۃ معاذ اللہ بیکار نہیں بن جاتا؟ جب اتنی ضروریات ہوں، اور کسی مُردہ کو بھی اس طریقہ کار پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں تحفظ حاصل نہ ہو، تو خاکم بدھن۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک کسی کام کا نہیں رہتا، کیونکہ یہاں کسی اتفاقی، برسوں کے بعد کوئی نابینا رونما نہیں ہوتا، تاکہ اس کی حیثیت، اور اس کے

کارآمد خواص وعوام ہونے کی وجہ سے کسی ایک مُردہ کی آنکھیں نکال کر اس میں ٹانک دی جائیں' بلکہ یہاں تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں [کی][20] تعداد میں نابینا لوگ رہتے ہیں' ان سب کے اس نقص کو پورا کرنے کیلئے ہزاروں مُردوں کی آنکھیں یا دوسرے اعضاء کاٹنے پڑیں گے' میں سمجھتا ہوں کہ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس قسم کی جرأت نہیں کرسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کو بیکار یا فضول کہنے کی جرأت کرے۔

انسانی اعضاء کی قطع وبرید کی حرمت کا سبب

انسانی اعضاء کی قطع وبرید کی حرمت کا سبب کچھ بھی ہو' اور بقول فاضل مقالہ نگار وہ انسانی کرامت کی وجہ سے ہی ہو' لیکن جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمادیا' تو وجہ کچھ بھی ہو وہ اپنی اخذ کردہ وجہ سے ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔

حدیث مبارکہ میں یہ کہاں ہے کہ اس کی قطع وبرید صرف دشمنی یا انتقام کی وجہ سے نہ کی جائے' یہاں اگر کسی دوسرے کی بھلائی کیلئے کی جائے تو جائز ہے؟ یہاں تو حکم عام ہے' اور ہماوشما کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو اپنے ذاتی رجحانات' اور ان اشیاء یا امور کی وجہ سے جو بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے ہمیں بھاگئی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عام حکم یا ارشاد کی تخصیص کریں۔

بیکار عضو کے کاٹ دینے سے دلیل کا جواب

فاضل مقالہ نگار نے زندہ یا مُردہ انسان کی چیر و پھاڑ کی چند صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے بعض صورتوں کے متعلق ہم ان سے متفق نہیں ہیں' رہی بعض صورتیں تو ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک آدمی کا کوئی عضو کسی بیماری کی وجہ سے بالکل خراب ہو گیا' لٰہذا اگر اس ماؤف' اور بیکار عضو کو کاٹ نہ دیا جائے تو اس کی سمیت [زہر][21] دوسرے اعضاء بلکہ پورے جسم میں سرایت کر جائے گی' اس طرح اس کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی۔

لیکن اس صورت میں تو ایسے آدمی کی بھلائی' اور بہتری ہے جس کا کوئی عضو کاٹا جا رہا ہے' اور اس طرح اس بیکار عضو کے کاٹ دینے پر اس کے پورے بقیہ جسم کی بہتری' اور صحت کا انحصار ہے اس لئے یہ عضو کاٹ دیا گیا تو بقیہ جسم محفوظ ہو جائے گا ورنہ اس ایک عضو کے نہ کاٹنے سے پورا جسم سمیت [زہر][22] سے بھر جائے گا' اور اسکی جان خطرہ میں پڑ جائے گی لیکن ایک مُردہ کے کسی عضو کی قطع و برید پر اس کے بقیہ جسم کی کونسی بھلائی منحصر ہے؟ اس لئے مذکورہ صورت پر مُردہ آدمی کی چیر و پھاڑ کو قیاس کرنا صحیح نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ایک زندہ ماں کے پیٹ کو چیر کر اس سے بچہ نکالنا (جب کہ فطری طور پر وہ بچہ نکل نہ سکتا ہو) تو اس میں بھی اسی ماں کی بہتری و بہبودی مقصود ہے۔ مزید برآں بچہ نکالنے کے بعد اس چاک شدہ پیٹ کو پھر ٹھیک کر دیا جاتا ہے' اور اسی طرح ایک مُردہ ماں کے

پیٹ سے زندہ بچہ نکالنے کی ضرورت پیش آئے اس کو چاک کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو دفن کرنے سے پیشتر اس کے پیٹ کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے اس طرح دونوں باتیں حاصل ہو جاتی ہیں' لیکن ایک مُردہ کا کوئی عضو کاٹ کر علیحدہ کر لینا نہ ہی میت کو کوئی فائدہ پہنچاتا ہے' اور نہ ہی اس کے کاٹے ہوئے عضو کو درست کیا جا سکتا ہے' لہٰذا زیر بحث مسئلہ کو اس طور پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے' پھر یہ صورتیں تو شاذ و نادر پیش آتی ہیں ان کی اتنی بہتات نہیں ہے جتنی کثرت نابیناؤں کی ہے۔ مزید برآں یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردہ کی ہڈی توڑنے کو زندہ آدمی کی ہڈی کو توڑنے کے برابر قرار دیا ہے' اور ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس طرح ایک زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے سے اس کو سخت اذیت پہنچتی ہے اسی طرح مُردہ کو بھی اس سے اذیت پہنچتی ہے کیونکہ مُردہ کو اس کا احساس بالکل نہیں ہوتا بلکہ یہ تشبیہ حرمت کے لحاظ سے ہے یعنی جس طرح ایک زندہ انسان کی ہڈی توڑنا حرام ہے اسی طرح مُردہ کی ہڈی توڑنا بھی حرام ہے' اس طرح یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے' اور ایسا قیاس سب فقہاء کے نزدیک باطل ہے۔

بحالتِ مجبوری مردہ کا گوشت کھانے سے دلیل کا جواب

ایک صورت مولانا نے یہ بھی تحریر فرمائی ہے کہ کوئی بھوکا لاچار بے قرار ہو تو وہ مُردہ آدمی کا گوشت بقدرِ ضرورت کاٹ کر کھا سکتا ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ کیا مُردے اس طرح میدان پر پڑے ہوئے ملتے ہیں کہ ایک بھوکا مضطر ان کا گوشت بقدرِ ضرورت کاٹ کر کھالے؟ مُردے یا تو دفن کئے جاتے ہیں یا جلائے جاتے ہیں' ایسا مُردہ آخر اس بھوکے کو کہاں ملے گا؟ بظاہر تو یہ ایک محض مفروضہ معلوم ہوتا ہے' اگر مولانا کی مراد یہ ہے کہ وہ مضطر بھوکا مقابر میں جا کر کسی مُردہ کی قبر کھود کر اس سے مُردہ نکال کر اس کا گوشت کاٹ لے تو اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ مقابر تو شہروں' اور گاؤں [سے][23] متصل ہوتے ہیں' لہٰذا ایسا بھوکا اسی گاؤں یا شہر میں جا کر اپنی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔ اس کو کسی قبر کھودنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اگر یہ مضطر کسی بیابان میں ہے تو وہاں قبریں تو ہوتی نہیں پھر کہاں سے مُردہ نکالے گا؟

ثانیاً: اس آدمی کو کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ اس قبر میں مدفون آدمی کا گوشت ابھی تک سڑ' گل نہیں گیا؟ فرض کیجئے انہوں نے ایک قبر کھودی' لحد میں جھانکا وہاں ہڈیوں کے پنجروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا پھر دوسری قبر کھودی اس میں بھی مطلوبہ چیز نہ ملی پھر تیسری قبر کھودی اس کا بھی وہی حشر ہوا تو یہ اس بیچارے مضطر کے اضطرار کا کیا حل ہوا' ایک' اور سر درد مول [لیا][24]' مزید برآں ان کو اس طرح قبروں کو کھود کر جھانکتے ہوئے کسی نے اگر دیکھ لیا تو پھر اس پر کیا بیتے گی اس کا تو تصور بھی مشکل ہے۔

حدیث وصیّت سے جواز کی دلیل اور اس کا جواب

تیسری قسط میں مولانا نے مُردہ کی اس وصیت کہ ''میرے مرنے کے بعد میرے اعضاء کاٹ کر کسی ضرورتمند کو دیئے جائیں'' کے جواز پر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سے استدلال فرمایا ہے' اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد ان [کی][25] لاش کو جلایا جائے جب وہ کوئلہ بن جائے ان کو پیس کر کچھ خاک ہوا میں' اور کچھ پانی میں پھینک دیں۔

مولانا فرماتے ہیں: جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس وصیت کی تغلیط یا تردید نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ مرنے والا اگر اس قسم کی وصیت کر جائے تو وہ اس کا مجاز ہے' اور اس وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

میری گزارش [ہے][26] کہ اس مرنے والے آدمی نے یہ وصیت کی کہ اس کے مُردہ جسم میں یہ تصرفات کیے جائیں' اس وصیت کے بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس وصیت پر کوئی تبصرہ یا نکیر نہ فرمائی' اگر اس سے اس قسم کی وصیت کا جواز نکلتا ہے تو پھر عرض ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات پر بھی نکیر نہ فرمائی کہ: ''ان [کی][27] لاش کو جلایا جائے'' اور اس پر بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو کیا اس سے اس مسئلہ کا بھی جواز مستنبط ہوگا کہ کوئی [اپنی][28] لاش کے دفن کرنے

کی بجائے اس کو جلا دینے کی وصیت کر دے تو وہ اس کا مجاز ہے' اور اس کی یہ وصیت نافذ کی جائے گی اگرچہ وہ مسلمان ہو؟ اور پھر اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہندوؤں' اور چند دوسری اقوام میں جو اپنی لاشوں کے جلانے کی رسم رائج ہے اس کا بھی ایک اصل اصیل ہے' اور یہ فعل بھی ناجائز [نہیں][29]۔

اور اگر مسلمان بھی تدفین وغیرہ کو ترک کر کے لاشوں کو جلانے کے طریقہ کو اپنا لیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' اور یہ اس لئے کہ حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ یقیناً مسلم تھا کافر و مشرک نہیں تھا اس لئے کہ کافر و مشرک کی مغفرت قطعاً نہیں ہو گی البتہ وہ بدعمل تھا اس نے کوئی اچھا عمل نہیں کیا تھا' لہٰذا اگر فاضل مقالہ نگار کے طرز استدلال کو صحیح مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اگر مسلمان بھی اپنی لاشوں کو جلا دیں تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے۔

حالانکہ فطری طور پر مُردہ لوگوں کو دفن ہی کیا جاتا ہے' اور یہی طریقہ انسان کے ابتدائی عہد سے چلا آ رہا ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کا ذکر ہے کہ ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا پھر اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا طریقہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک کوے کو بھیج دیا' اور وہ اپنی چونچ سے زمین کو کریدنے لگا اس طرح ان کو راہنمائی ہوئی' اور اپنے بھائی کو زمین میں چھپا دیا۔

احادیث کی کتب میں' اور فقہاء کی تالیفات میں تدفین وغیرہ' اور اس کے

طریقے' اور ان کے متعلقہ مسائل قبروں وغیرہ کے متعلق شرعی احکام عبرت حاصل کرنے کیلئے قبور کی زیارت وغیرہ وغیرہ' یہ سب چیزیں تو مُردوں کی تدفین پر مبنی ہیں لیکن اگر مُردوں کو جلانے کی اجازت دی جائے تو یہ سارا باب ختم ہو کر رہ جائے گا۔ کما لا یخفیٰ۔

دراصل اس حدیث میں اگر تدبر تام سے کام لیا جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوف وخشیت کی فضیلت وبھلائی' اور اس کے دنیا وعقبیٰ میں بہترین اثر' اور اخروی عذاب سے نجات کا نہایت اہم عنصر قرار دیا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس سے اس مزعومہ مسئلہ پر دلیل لینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہے' اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس حدیث سے مرنے والے کیلئے اس قسم کی وصیت کا جواز نکلتا ہے اس لئے کہ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نکیر نہ فرمائی تو یہ قصہ پہلی امتوں کا ہے' اور ہو سکتا ہے کہ ان امتوں میں اس قسم کی وصیت جائز تھی لیکن شریعت اسلامیہ میں یہ ممنوع ہو گئی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مردہ کی ہڈی توڑنے سے منع فرما[دیا][30] لہٰذا منسوخ شدہ بات سے استدلال علمی شان سے بمراحل بعید ہے۔ واللہ أعلم۔

بعض علماء کی آراءاور اس پر تبصرہ

چوتھی قسط میں مولانا نے چند عصری علماء' اور اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ کی آراء پیش فرمائی ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے زندہ انسان کے کسی عضو کے کاٹنے کو (گو وہ خود اجازت دے) بچند وجوہ حرام قرار دیا ہے' اس طرح اسلامی نظریاتی کونسل ایک شق میں ہمارے ساتھ متفق ہے۔

اسی طرح ''رابطہ عالم اسلامی کی اسلامی فقہی کونسل'' کے ارکان میں سے ایک رکن نے میت کے اعضاء کی پیوندکاری کو ناجائز قرار دیا۔ مخالفت کرنے والا گو ایک رکن ہے لیکن اس کی رائے کو حدیث مبارک کی تائید حاصل ہے' لہٰذا یہی صحیح ہے' کسی مسئلہ یا فتویٰ کی صحت کا مدار اس بات پر نہیں کہ اس یا اس بات کی حمایت میں لوگوں کی اکثریت ہے بلکہ اس کا مدار دلیل پر ہے' لہٰذا جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارک میت کے اعضاء کاٹنے سے مانع ہے تو بات اسی کی صحیح ہوگی جو اس مسئلہ میں عدم جواز [کا][31] فتویٰ دیتا ہے گو وہ ایک ہی ہے۔

مولانا نے جو علماء کی آراء نقل فرمائی ہیں ان میں سے چند باتوں کے جوابات تو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں' اور جو کچھ مزید باتیں تحریر کی ہیں ان کا جواب تحریر کر رہا ہوں۔ بفضل اللہ و حسن توفیقہ۔

1۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو یہ فرمایا کہ: ’’بلکہ اس سے (وصیت سے) مراد موصی (وصیت کرنے والے) شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کے مرنے کے بعد‘‘۔ الخ۔ (الاعتصام 16 نومبر 1990ء ص: 10)

اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ انسان کی وصیت یا خواہش وہی پوری کی جائے گی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر یا نواہی کے خلاف نہ ہو لیکن یہاں یہی بات ہے یعنی مردہ کے اعضاء کاٹنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع [فرمایا][32] ہے لہٰذا ایسی خواہش کی تکمیل جائز نہیں ہو سکتی گو یہ خواہش یا عطیہ وہ خالصتہ للہ کر رہا ہو کیونکہ ناجائز بات نیت کے اخلاص سے جائز نہیں ہو سکتی۔

باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث (یعنی میت کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مانند ہے) منع میں صریح نہیں ہے۔

تو اس کے متعلق ہم مذکورہ بالا صفحات میں عرض کر آئے ہیں کہ اس حدیث میں جو تشبیہ ہے وہ عدم جواز یا حرام ہونے کے سوائے دوسرے کسی مقصد کیلئے نہیں ہو سکتی۔ فتذکر۔

میّت کی ہڈی توڑنے کی ممانعت والی حدیث کی علت

2۔ اسی نمبر اور اسی صفحہ کے دوسرے کالم میں یہ عبارت ہے (وہ احادیث جو مثلہ' اور میت کی ہڈی توڑنے کی ممانعت کے بارے میں آئی ہیں ان میں ممانعت کی علت بے حرمتی' تحقیر' اور ہتک احترام آدمیت ہے)۔

سبحان اللہ اس علت کا اس حدیث [مبارکہ][33] میں کہاں ذکر ہے؟ یہ عجیب بات ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ احکام وارشادات میں سے ہم اپنی ناقص فہم سے خود ہی ایک علت کا استخراج کریں (حالانکہ اس علت کا اس ارشاد میں کوئی پتہ نہ ہو) اور پھر اس حکم کو اس مخترعہ علت کے ساتھ وابستہ کرلیں' جہاں وہ مزعومہ علت موجود ہو تو وہاں حکم نافذ' اور جہاں یہ علت نہ ہو وہاں یہ حکم بھی مستثنیٰ ہو' اس طرح تو ہر ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی بھی کوئی نہ کوئی علت نکال کر اس عمومی حکم کو اس کے ساتھ محصور کردے گا' جہاں اس کی یہ گھڑی ہوئی علت موجود ہوگی وہ حکم بھی قابل عمل ہوگا' اور جہاں یہ علت موجود نہ ہوگی وہاں وہ حکم ناقابل عمل ہوگا' شرعی احکام کو علل کے ساتھ وابستہ کرلینا' اور پھر جہاں وہ علت ہو تو حکم معمول بہ ہو' اور جہاں یہ علت معدوم ہو تو حکم بھی ناقابل عمل ہو' اور یہ بحث نہایت طویل الذیل ہے اس جگہ اس سے تعرض نہ مناسب ہے' اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔

اس جگہ صرف اتنا عرض کردینا کافی سمجھتا ہوں کہ محققین [جو][34] احکام کو علل

سے وابستہ کرنے کے حامی ہیں وہ ان ہی علل کو معتبرہ سمجھتے ہیں جو کہ کتاب وسنت میں ان احکام کے ساتھ منصوص ہوں۔

(دیکھئے: حجة الله البالغة للشاه ولي الله الدهلوى)

باقی ایسی علل جن کا کتاب وسنت میں کچھ پتہ نہ ہو اور ان کو محض اپنی رائے سے ان احکام سے استخراج کر کے پھر ان احکام کو ان ہی سے باندھ دینا یہ محققین کا مسلک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس طرح احکام سے علل کا استخراج کرتے ہیں وہ آپس میں اتنا اختلاف کرتے ہیں کہ ایک متوسط درجہ کا علم رکھنے والا اتنے بڑے اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ [اُسے][35] کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ ان مختلف آراء میں سے کون سی رائے زیادہ قرین قیاس ہے' میری اس بات کی اگر کوئی تصدیق کرنی چاہے تو اس کو امام ابن حزم کی کتاب ''المحلی'' میں ابواب الربا کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہئے۔

بہر کیف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں مردہ کی ہڈی توڑنے کی عمومی ممانعت ہے تو دوسرے کسی کو (کائنا من کان) کب یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ محض اپنی اختراعی علت سے اس عام حکم میں تخصیص کر لے' لہٰذا اس بات میں دلیل کے اعتبار سے کوئی جان نہیں' باقی ایک دو استثنائی صورتوں کے بارے میں پہلے اپنی گزارشات پیش کر چکا ہوں۔

والحمد لله على ذلك۔

حرام چیزوں سے علاج کی شرعی حیثیت

3۔ اسی نمبر کے صفحہ۔ 11 پر مفتی محمد رفیق چشتی صاحب[36] [کا] فتویٰ پڑھتے ہوئے یہ عبارت ملتی ہے: ''کیونکہ یہ مسئلہ حرام کے ساتھ دوا کرنے کی جزئیات میں سے ہے''۔

یہ بات بھی محل نظر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام چیز سے دوا کی جا سکتی ہے' اور یہ کہ حرام چیز سے بھی شفاء حاصل ہوتی ہے' اور یہ غلط ہے' کیونکہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کے سراسر خلاف ہے۔ ذیل میں ہم چند احادیث مبارکہ تحریر کرتے ہیں: ملاحظہ فرمائیں:۔

(1)۔ طبرانی وغیرہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:۔

" إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ فَتَدَاوَوُا وَلَا تَتَدَاوَوُا بِحَرَامٍ"۔

''بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیماری' اور دوا پیدا کی ہے پھر تم (بیماری کیلئے) دوا کرو' اور حرام چیز سے دوا نہ کرو''۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے جملہ رجال ثقات ہیں' اور علامہ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یہ اسناد حسن ہے''۔

(سلسلة الأحاديث الصحيحة: ص174 ج4)

(2)۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: اور

اس کے اخیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ فِيْ حَرَامٍ شِفَاءً "۔

"بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی"۔

یہ روایت امام احمد رحمہ اللہ نے " کتاب الأشربة " میں' ابو یعلیٰ نے مسند میں اور اسی کے طریقہ سے ابن حبان نے روایت کی ہے اس کی سند بھی حسن ہے۔

(3)۔ امام احمد نے' اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ [سے][37] موقوفاً روایت کیا ہے:۔

" إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيْمَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ "۔

"بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کو حرام کیا ہے اس میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی"۔

اس کی سند صحیح ہے اس کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں صیغہ جزم سے تعلیقاً ذکر کیا ہے' اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے' یہ روایت گو موقوف ہے لیکن جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں: حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کو مسرح نہیں ہے' جب حرام چیز سے تداوی شریعت میں ممنوع ہے' اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حرام چیز میں شفاء رکھی ہی نہیں' لہٰذا زیر بحث مسئلہ کو حرام کے ساتھ دواء کرنے کی جزئیات میں داخل کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

شیخ حسن مامون کے فتویٰ کا جواب

(4)۔ اِسی نمبر اور اِسی صفحہ کے دوسرے کالم میں مفتی فضیلۃ الشیخ حسن مامون [کے][38] فتویٰ میں یہ عبارت ہے: ''میت سے چشم حاصل کر کے زندہ نابینا شخص کو پیوند کاری کے ذریعہ بصات عطاء کرنا میت کی محافظت کی نسبت بہت زیادہ سود مند ہے اس لئے یہ شرعاً جائز ہے......اور نہ ہی اس سے میت کی حرمت کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کوئی مصلحت یا اشد ضرورت نہ ہو''۔

میری گزارش ہے کہ زندہ نابینا کیلئے میت کی چشم حاصل کرنا میت کی محافظت کی نسبت بہت سود مند اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں ممانعت وارد نہ ہوتی' لیکن جب حدیث میں ممانعت وارد ہے' اس لئے یہاں میت کی محافظت ضروری ہے' کیونکہ ایسا نہ کرنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی لازم آتی ہے' اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے انحراف سخت وعید کا موجب بن سکتا ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾۔ (النور: ع9پ18آیت:63)

''پس چاہئے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں

(کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت آ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچے"۔

باقی اسی مصلحت کی بات تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر فرمان وحی یا وحی کی روشنی میں ہی ہوتا ہے' لہٰذا اگر ایسی کسی مصلحت کی بناء پر آپ کا حکم متروک یا متبدل ہوسکتا تھا تو اس کی استثناء حدیث مبارک میں ضرور وارد ہوتی۔ آئندہ کا علم انسان کو تو نہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو تو ہے۔

اس کو اس کا علم تھا کہ آئندہ ایسے ایسے حالات پیش آئیں گے' اور سائنس و تجربات' اور تحقیق وجستجو کہاں تک ترقی کر جائے گی اس لئے ایسی مصلحت اگر اس حکم کو تبدیل کرسکتی تھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کرتا' اور وہ یہ استثنائی صورت بتا دیتے: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾۔ (مریم : 64) (اور تیرا رب بھولنے والا نہیں) ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مصلحت یا ضرورت پیش کر کے کتاب وسنت کے ارشادات کی تخصیص کر دیں' اس طرح تو ہر ایک حکم کے بارے میں کوئی نہ کوئی مصلحت نکال کر اس حکم کو متروک قرار دیا جاسکتا ہے یا اس کو بدل دیا جاسکتا ہے۔ (وھو کما تریٰ)۔

رابطہ عالم اسلامی کے فیصلہ پر تبصرہ

(5)۔ اسی نمبر کے صفحہ:13 کالم اول میں رابطہ عالم اسلامی کی اسلامی فقہی کونسل کی شرائط کے ذکر میں نمبر:1 میں عبارت ہے:''عطیہ دینے سے عطیہ دینے والے کی زندگی کو نقصان پہنچنے کا کوئی خدشہ نہ ہو''۔

۔ میں گزارش کروں گا کہ زندہ انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے ان ہی اعضاء کا عطیہ دے گا جو دو دو ہوں مثلاً آنکھیں' ہاتھ' پاؤں' گردہ' اور یہ تو بدیہی بات ہے کہ ان اعضاء کے عطیہ سے اگر ان کی زندگی کو نقصان نہ بھی پہنچے' لیکن ان کے اعضاء کا نقصان تو ضرور ہوگا' اور ان کی کارکردگی میں کافی کمی رونما ہوگی' اور ایک عضو پر وہ بوجھ پڑے گا جو دو میں بٹا ہوا تھا' اور ہوسکتا ہے ایک عضو اتنا بوجھ اٹھا نہ سکے' اور آئندہ چل کر اس کے دو میں سے جو باقی ایک عضو تھا وہ بھی ماؤف ہو جائے' تو اب اس عطیہ دینے والے کا کیا بنے گا؟

ویسے دنیا میں [کان] ہاتھ کٹے' اور ٹانگوں کٹے انسان بھی دیکھے جاتے ہیں اور وہ اپنی زندگی پوری کر رہے ہیں لیکن ان کی زندگی کس طرح گزرتی ہے اس کا احساس ہم دو اعضاء رکھنے والے انسانوں کو کماحقہ نہیں ہوسکتا' جب ہم پر خدانخواستہ اس قسم کی کوئی آفت آتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ جن بیچاروں کو یہ نعمتیں میسر نہ تھیں ان کا کیا حال تھا۔

انسانی اعضاء کا عطیہ کفرانِ نعمت ہے

بہر حال ایک زندہ انسان کو اپنے اعضاء میں سے کسی محروم انسان کو عطیہ دینے کی ترغیب (بشرطیکہ اس کی زندگی خطرہ میں نہ ہو) ہماری سمجھ سے بالاتر ہے' انسان اگر حادثہ کا شکار ہو کر کوئی عضو کھو دے تو یہ اور بات ہے' انسان مجبوراً اس حالت کو برداشت کر لیتا ہے کیونکہ اس کے سوائے اس کو اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے' لیکن اچھا خاصا انسان' اور صحت مند' جان بوجھ کر اپنا ایک عضو کٹوا کر دوسرے کو دے دے تو یہ ہماری ناقص رائے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو دانستہ ضائع کر کے اپنے آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہا ہے' اور اس طرح یہ کفرانِ نعمت کے تحت میں بھی آتی ہے۔

شریعت اسلامی نے بلاشبہ دوسرے مسلمان کی اعانت' اور بقدر وسعت اس کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دی ہے' اور یہ بڑے اجر وثواب کا کام بھی ہے لیکن اس نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اپنے اعضاء میں سے کاٹ کر دوسرے انسان کو فائدہ پہنچاؤ' بہر صورت یہ شق ہم ہیچمدانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے!!!

انتقالِ خون کی شرعی حیثیت

آخری قسط میں مولانا نے انتقال خون کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے اس حد تک تو اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ کسی وقت کسی آدمی کی جان بچانے کیلئے بروقت ان کے اعزہ واقارب یا احباب وغیرہم میں سے کسی سے مطلوبہ خون انجیکشن کے ذریعہ لے کر اس مریض کے جسم میں منتقل کر دیا جائے' اور یہ صورت: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ ۔ إلى آخره ﴾ میں داخل ہو سکتی ہے' لیکن اس وقتی اشد ضرورت کو بنیاد بنا کر انتقال خون کی کلی اجازت دی جائے' اور اس کے جمع کرنے کیلئے بلڈ بینکس قائم کیے جائیں جس طرح آج یہی بات رواج پذیر ہو گئی ہے' اور تقریباً ہر [بڑے][40] ہسپتال میں خون کے اسٹور موجود ہوتے ہیں' اور مریضوں کے جسم میں اس کی رقم لے کر اس خون کو منتقل کیا جا رہا ہے اس سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پھر خون کی تحریم کا مسئلہ ہی باقی نہیں رہتا۔

اگر کوئی آدمی کسی لمبے سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے' اور اس کو یہ خیال آتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس طویل' اور دور دراز سفر میں کہیں کوئی حلال چیز میسر نہ آ سکے اس لئے کیوں نہ میں کسی مردار یا حرام چیز [کو][41] اپنے ساتھ لے لوں

(یعنی حفظ ماتقدم کے طور پر) تا کہ اگر کسی وقت مجھے ایسی اضطراری صورت حال پیش آ جائے تو میں اس حرام چیز سے کچھ تناول کرلوں تا کہ میں مرنے سے بچ جاؤں۔

کیا ایسی صورت میں ایسے آدمی کو یہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے کہ تم اپنے ساتھ حرام چیز لے جا سکتے ہو تا کہ اگر حلال چیز نہ مل سکے تو اس سے تناول (بقدر ضرورت) کرلو؟ جہاں تک میرا حسن ظن ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ کوئی عالم اس قسم [کا][42] فتویٰ نہیں دے گا۔

بعینہ یہی بات انتقال خون کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔

یعنی اگر کسی وقت اشد مجبوری کی وجہ سے انتقال خون کی ضرورت پیش آ جائے تو اس کو بنیاد بنا کر یہ فتویٰ صادر نہیں [کیا][43] جا سکتا کہ اب اس کی حلت [کا][44] عمومی فتوی [دیا جائے][45] اور اس کے حصول کیلئے باقاعدہ بلڈ بینکس، اور بلڈ اسٹورتج قائم کئے جائیں، کیونکہ اس طرح خون کی حرمت بالکلیہ ختم ہو کر رہ جاتی ہے، اور ہمارے یہاں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کافی طویل عرصہ پہلے ہمیں یاد ہے کہ اس قسم (انتقال خون) کی ضرورت اکثر و بیشتر پیش نہیں آتی تھی، ہاں شاذ و نادر ایسا واقعہ سننے میں آتا تھا، اور پھر اسی وقت کسی صحت مند آدمی سے خون لیا جاتا اور مریض کے جسم میں منتقل کرلیا جاتا، لیکن جب سے یہ بلڈ بینکس وجود میں [آئے][46] ہیں تو اس قسم کے واقعات بھی کثرت سے رونما ہو رہے ہیں۔

اللہ کی سنت جاریہ

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ جب انسانوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نواہی یا محرمات کی طرف ان کا میلان ہوتا ہے' اور اس کی منهی عنه چیز کی طرف جھکنے کا داعیہ ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی ان کی ابتلاء کیلئے اس چیز کے ارتکاب کے زیادہ مواقع ان کیلئے پیدا کر دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے ہفتہ کے دن شکار کرنا ممنوع تھا' اور ان کے دلوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر ونواہی کی اطاعت کا داعیہ بالکل کمزور تھا اس لئے ان سے انحراف کے بہانے ڈھونڈتے پھرتے تھے اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی ان کے ابتلاء کیلئے کچھ ایسا نمونہ بنا دیا جو مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اتنی کثرت سے نمودار ہوتی تھیں کہ ان کے منہ میں پانی بھر آتا۔

﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾۔ (الأعراف ع21پ9۔آیت:163)

"اس وقت ہفتہ کے دن ان کے پاس مچھلیاں ظاہر ہو کر آتیں' اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں' اسی طرح ہم ان لوگوں کی ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش کرتے ہیں"۔

بہر حال جب ہم نے خود ہی اس چیز کو اپنے لئے ضرورت قرار دے دیا ہے

اور ایک نادرو کبھی کبھار واقع ہونے والی چیز کو اپنے وہم سے جلد جلد واقع ہونے والی تصور کر لیا تو قدرت بھی ہمارے لئے اب روز بروز ایسے واقعات فراہم کرتی رہتی ہے۔

اس سلسلہ میں چند مثالیں' اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن سردست اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔

علاوہ ازیں ان بلڈ بینکس میں جو خون جمع ہوتا ہے وہ مومن و کافر فاسق و فاجر صالح و طالح سب سے لیا جاتا ہے' اور کسی فاسق' اور ملحد کا خون ایک صالح آدمی کے جسم میں جا کر اس پر ناگوار اثرات بھی پیدا کر سکتا ہے' اس طرح بہت سے مفاسد کا امکان رہتا ہے۔

بہر صورت اس بات کو محض ایک واہمہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس مسئلہ پر علماء و فضلاء عصر کو اچھی طرح غور و تدبر تام سے کام لے کر کوئی رائے قائم کرنی چاہئے۔ عجلت سے کام لینا یا محض وقتی جذبات کی رو میں بہ جانا عقلمندی نہیں ہے۔

هذا ما عندى والله أعلم بالصواب

وأنا أحقر العباد محب الله شاه عفا الله عنه

يوم الجمعة 13-05-1411ھ - 14-12-1990ء

توضیحات از: الاثری

1	سیاق عبارت کی بناء پر اضافہ از ناشر	24	اصل مسودہ میں ''لیتا'' ہے
2	مؤلف کی عبارت ''فرمائے'' ہے	25	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
3	مؤلف کی عبارت ''گھومتے'' ہے	26	اضافہ از ناشر برائے سیاق کلام
4	مؤلف کی عبارت ''آتے'' ہے	27	اصل مسودہ میں ''کے'' ہے
5	مؤلف کی عبارت ''فرمائی ہیں'' ہے	28	اصل مسودہ میں ''اپنے'' ہے
6	مؤلف کی عبارت ''دیئے جائیں'' ہے	29	اصل مسودہ میں ''نہیں'' ہے
7	مؤلف کی عبارت ''اعضاء'' ہے	30	اصل مسودہ میں ''دی'' ہے
8	مؤلف کی عبارت ''جاتے ہیں'' ہے	31	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
9	مؤلف کی عبارت ''انہوں نے'' ہے	32	اصل مسودہ میں ''فرمائی'' ہے
10	مؤلف کی عبارت ''کے'' ہے	33	اصل مسودہ میں ''مبارک'' ہے
11	مؤلف کی عبارت ''اعضاء'' ہے	34	بطور سیاقِ کلام اضافہ از ناشر
12	مؤلف کی عبارت ''دیئے جائیں'' ہے	35	اصل مسودہ میں ''اس سے'' ہے
13	مؤلف کی عبارت ''عضو'' ہے	36	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
14	مؤلف کی عبارت ''دیئے جائیں'' ہے	37	بطور سیاقِ کلام اضافہ از ناشر
15	بطور سیاقِ کلام اضافہ از ناشر	38	اصل مسودہ میں ''کے'' ہے
16	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے	39	اصل مسودہ میں ''کانے'' ہے
17	اصل مسودہ میں ''دینی'' ہے	40	اصل مسودہ میں ''بڑی'' ہے
18	یہ ترجمہ ناشر کی طرف سے ہے	41	بطور سیاقِ کلام اضافہ از ناشر
19	اصل مسودہ میں ''کا'' ہے	42	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
20	مؤلف کی عبارت ''کے'' ہے	43	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
21	ناشر کا اضافہ بطور وضاحت	44	اصل مسودہ میں ''کی'' ہے
22	ناشر کا اضافہ بطور وضاحت	45	اصل مسودہ میں ''دیا جائے'' ہے
23	اصل مسودہ میں ''کے'' ہے	46	اصل مسودہ میں ''آئی'' ہے

مکتبۃ السنۃ کی دیگر مطبوعات
اشاعت اسلام کا منہج سلف صالحین کے طرز پر عظیم مرکز
Designed by Fair Fan